مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے جب اس دنیا کو تخلیق کیا تو اس کی بقا کا انتظام بھی ساتھ ہی کر دیا۔ بقا سے مراد صرف یہ نہیں کہ بنو آدم علیہ السلام کے کھانے کے لیے خوراک اور پینے کے لیے پانی مہیا کیا بلکہ یہ کہ اس کی دنیاوی و اخروی کامیابی کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے انبیاء و رسل کو کتب و ہدایت دے کر بھیجا۔ کتب کا یہ سلسلہ قرآن مجید پر اختتام پذیر ہوا جبکہ رسالت کا سلسلہ نبی آخر الزمان ﷺ پر اپنی انتہا کو پہنچا۔ اب ہر طرح کی رہنمائی کے لیے ہمیں ان دو بنیادی ذرائع ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں صحابی کرام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی در پیش مسئلہ کے بارے میں آپ ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معلم الکتاب والحکمۃ کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا ہے جس کی مظہر یہ آیت ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔(الجمعۃ:۲)

(وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے)

آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ ان کے مسائل کو حل فرماتے بلکہ اس سلسلے میں مزید رہنمائی بھی فرماتے تھے۔ احکام شرعیہ کے مجموعے کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں عموماً دو طرح کے احکامات پائے جاتے ہیں:

(۱) جن میں عمل کے طریقے کو واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

(۲) جن میں صرف اصول و مقاصد کی وضاحت کی گئی یا ایسے الفاظ استعمال کیے گئے جو مبہم ہیں اور بہت سے معانی کے متحمل ہیں۔

دوسری قسم کے احکام میں چونکہ ابہام بھی پایا جاتا ہے لہذا اس قسم کے احکامات میں فکر و عمل کو بھی اصولیین اور فقہاء نے ماخذ شریعت میں شمار کیا ہے۔ فکر و عمل کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے کہ اگر یہ فکر و عمل انفرادی یا کچھ افراد کا ہو تو اسے قیاس و اجتہاد سے موسوم کیا جاتا ہے اور اگر یہ عوام کا قول و فعل ہو تو اسے عرف و عادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس طرح احکام شرع میں قیاس اور اجتہاد کو خاص اہمیت حاصل ہے بالکل ویسی ہی اہمیت عرف و عادت کو بھی حاصل ہے۔ مزید یہ کہ اسے بھی باقی ماخذ شریعت کی طرح شرعاً معتبر جانا گیا ہے۔ اجتہاد اور قیاس کو اس وقت شرعی طور پر حجت مانا جاتا ہے جب وہ اپنی مخصوص شرائط کو پورا کریں۔ یہی معاملہ عرف و

عادت کے ساتھ ہے کہ عرف و عادت کو بھی اسی وقت معتبر مانا جائے گا جب وہ طے شدہ شرائط پر پورا اتریں۔ عہد رسالت سے قبل کے مجموعہ قوانین ونظام ہائے حکمرانی کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ کسی بھی قوم نے قانون سازی میں اس ماخذ 'یعنی عرف' کو پس پشت نہیں ڈالا۔ اس کی وجہ بہت سادہ سی ہے کہ کسی جگہ رائج عرف کو نظرانداز کرتے ہوئے قانون سازی کرنا ایک امر لا حاصل ہے اور لوگوں کو ایسے حرج میں ڈالنا ہے جس کے وہ متحمل نہیں۔

آپ ﷺ کے عہد میں بھی عرف کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے جس کا عملی مظاہرہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان رسومات وعادات کو جو کہ زمانہ جاہلیت سے چلی آرہی تھیں اور اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں تھیں، بعینہ اسی طرح جاری رکھا۔ آپ ﷺ کے دور کے بعد خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا چنانچہ دور صحابہ کے بعد عہد تابعین اور پھر ان کے بعد سے لے کر موجودہ دور تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری ہے۔ بعض اصحاب تو اس کا خصوصی التزام کیا کرتے تھے جیسا کہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ تعامل اہل مدینہ کو احکام شرع میں حجت مانتے تھے اسی طرح امام شافعی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ مصر گئے تو انہوں نے وہاں کے حالات کی رعایت کرتے ہوئے اپنے بعض سابقہ احکام کے متعلق اپنی رائے تبدیل کرلی۔ ابتدائی طور پر جب فقہ واصول فقہ کی تدوین کا کام شروع ہوا تو اس دور میں عرف وعادت کو علیحدہ سے ایک موضوع کے تحت بیان نہیں کیا گیا بلکہ بعض دوسرے احکام کے ضمن میں اسے بھی بیان کردیا جاتا تھا مثلاً اصول فقہ کی کتابوں میں جہاں لفظ کی بحث کے تحت حقیقت ومجاز کو بیان کیا جاتا ہے وہیں ضمناً عرف کا بیان بھی آجاتا ہے کہ حقیقت ومجاز کو طے کرنے میں بھی عرف کا دخل ہے۔ بعد میں جب فقہ کی تدوین کا کام عروج پر پہنچا تو عرف وعادت کو بھی ایک علیحدہ عنوان کے تحت فقہی مباحث کا موضوع بنایا گیا۔ اس سلسلے میں جس ابتدائی کتاب کا حوالہ ملتا ہے وہ علامہ ابن عابدین شامی کا رسالہ "**نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف**" ہے۔

تدوین کے ابتدائی دور کے بعد عرف وعادت پر دو طرح سے تصانیف ملتی ہیں۔

(ا) اصول فقہ کی کتابوں میں جہاں مآخذ شریعہ کو بیان کیا گیا، وہیں ثانوی مآخذ شریعہ میں عرف کو بھی ذکر کردیا گیا۔

اس ضمن میں موجودہ زمانے میں درج ذیل کتب کو دیکھا جاسکتا ہے۔

عبدالوہاب خلاف "**علم اصول الفقہ**" ڈاکٹر وہبہ زحیلی "**اصول الفقہ الاسلامی**"

مصطفی احمد زرقا "**المدخل الفقهی العام**" عبدالکریم زیدان "**الوجیز فی اصول الفقہ**"

(۴)عرف وعادت کے موضوع پر علیحدہ سے تصانیف ورسائل لکھے گئے۔

اس ضمن میں جو کتب اور فقہی مقالہ جات موجود ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

العرف والعادة في رأي الفقهاء : أحمد فهمي أبو سنة ، عام 1941هـ

العرف في الفقه الإسلامي : لأستاذ عمر عبد الله، جامعة الإسكندرية، سنة 1951م.

أثرالعرف في التشريع الإسلامي : الأستاذ الدكتورالسيد صالح عوض، رسالة دكتوراه في الأزهر، سنة 1969م.

نظرية العرف : الدكتور عبد العزيز الخياط، سنة 1379هـ

العرف وأثره في الشريعة والقانون : الدكتور أحمد بن سير المباركي، سنة 1392، وطبعت سنة 1412هـ

العرف في المذهب المالكي : الدكتور محمد أبو الأجفان، سنة 1977م.

من القواعد الفقهية (العادة محكمة) : الأستاذ خليل محمد مصطفى نصار، سنة 1399هـ

العرف والعمل في المذهب المالكي ومفهومها لدى علماء المغرب: الأستاذ عمر بن عبد الكريم الجيدي.

العرف وأثره في التشريع الإسلامي : الأستاذمصطفى عبدالرحيم أبو عجيلة، عام 1406هـ

العرف والعادة بين الشريعة الإسلامية والقانون الوضعي : دراسة مقارنة، للدكتور حسنين محمود حسنين، سنة 1408هـ

تخصيص العموم بالعرف والعادة : خالد بن محمدالعروسي.

قاعدة العادة محكمة : يعقوب الباحسين.

مذکورہ بالا تصانیف سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عرف کو تشریع اسلامی میں کس قدر اہمیت حاصل ہے۔اسی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے عصر حاضر میں بھی مفتیان کرام نے اپنے فتاویٰ جات میں عرف کا لحاظ رکھا ہے اور اس پر احکام کی بنا کی ہے۔

مقالہ ہذا کے اغراض ومقاصد کو اگر مختصراً بیان کیا جائے تو خلاصہ یہ ہوگا کہ

''عرف وعادت کی وجہ سے فقہی احکام پر ہونے والے اثرات کا جائزہ''

اس کے ضمن میں پھر درج ذیل ابحاث کو ذکر کیا گیا ہے۔

(ا)عرف وعادت کی حدود کو متعین کرنا۔

(۲) عرف وعادت کے اثرات کا تعین کرنا۔

(۳) عرف وعادت کے اثرات کی نوعیت کا تعین کرنا۔

(۴) منتخب کتب فتاوی میں عرف وعادت کی وجہ سے آنے والی تبدیلی کو واضح کرنا۔

*ان ابحاث میں سے زیادہ تر باب سوم کی فصل سوم ''عرف وعادت کا تقابلی مطالعہ'' کے تحت موجود ہیں۔

''عصر حاضر کی فتوی نویسی پر عرف وعادت کے اثرات'' کے لیے جو بنیادی منہج تحقیق اختیار کیا گیا ہے وہ ''حاصلاتی تحقیق'' ہے۔اس منہج میں کسی موضوع پر اس کے مثبت یا منفی ہونے کے پہلو سے مکمل تحقیق کی جاتی ہے اور کوئی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بحث بھی شامل ہے کہ باقاعدہ فتوی نویسی کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟ ابتدائی دور میں فتاویٰ کے مرجع کون سے صحابہ تھے؟ برصغیر میں لکھے جانے والے فتاویٰ جات۔

عرف وعادت کی تعریفات کو بھی بیان کیا گیا ہے اور ان کی اقسام کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان مماثلت و مفارقت کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

منتخب کتب فتاوی کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔ان میں موجود ایسے فتاویٰ جات کو، جن میں حکم کا دارومدار عرف پر رکھا گیا، علیحدہ علیحدہ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ایسے فتاویٰ کو بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں نص سے تصادم کی بنا پر عرف کو ترک کر دیا گیا ہے۔ تحقیق کے اس سلسلے میں خصوصی طور پر فقہ المناکحات اور فقہ المعاملات کو زیر غور لایا گیا ہے۔

کتب کے انتخاب میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ چار مشہور مکاتب فکر (اہلسنت بریلوی، دیوبندی۔اہل حدیث۔اہل تشیع جو کہ متداول ہیں) کی تین تین کتب کو تحقیق کے لیے منتخب کیا گیا ہے اور ان میں عرف وعادت کی بنا پر ہونے والی تبدیلی (چاہے اس کا تعلق حکم کو عام رکھنے سے ہو یا تبدیلی عرف سے مسئلہ کے بدلنے سے) کو واضح کیا گیا ہے۔

تحقیق میں جو طرز تحریر اختیار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ

(۱) اگر سوال بہت زیادہ طویل ہے تو اس کا اختصار بیان کیا گیا ہے۔

(۲) اگر کسی مسئلے میں چند اجزاء ہیں اور ان میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ کا تعلق عرف سے بنتا ہے تو صرف عرف سے متعلقہ تفصیل کو ہی بیان کیا گیا ہے اور زائد اجزاء کو ترک کر دیا گیا ہے۔

(۳) کتب فتاویٰ میں آنے والے مکرر سوالات میں سے صرف وہ سوالات ذکر کیے گئے ہیں جن میں تفصیل زیادہ ہے۔ باقی سوالات کی طرف صرف اشارہ کر دیا گیا ہے یا مسئلہ کے اہم ہونے کی وجہ سے صرف جواب کو ذکر کیا گیا ہے۔

(۴) فتاویٰ کو ذکر کرنے سے پہلے ان میں موجود احکام شرعیہ کی مختصر تعریف ذکر کی گئی ہے۔

(۵) کسی مسئلہ کے اہم ہونے یا اس میں اختلاف ہونے کی صورت میں اس مسئلے کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

(۶) ایک ہی قسم کے سوال میں کسی مکتب فکر کے اختلاف ہونے کی صورت میں دوسرے مسئلہ کو بھی (جو کہ اس کے مخالف ہے) اس کے بعد اجمالاً ذکر کر دیا گیا ہے۔

مقالے کے آخر میں تمام ابحاث کا ایک جامع خلاصہ پیش کیا گیا ہے جو کہ پورے مقالے میں موجود ابحاث کو سمجھنے میں ممد و معاون ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ احقر کی اس حقیر سی کاوش کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

مبشر احمد

30-10-15